پروفیسر سید جعفر رضا

امام خمینیؒ: عہد آفرین اسلامی قائد

عظیم اسلامی انقلاب کے عظیم قائد "اسلامی نظام معاشرت کی نئی معنویت کے مفسر، وحدت اسلامی کے نقیب، عالم انسانیت کے لیے امن، مساوات، خودداری، عدل وانصاف اور حق پرستی وحق گوئی کی علامت، حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام روح اللہ الموسوی الخمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات مبارکہ میں یہ سوال بار بار اٹھتا تھا--ان کے بعد کیا ہوگا! یہ سوال فطری تھا۔ عظیم وعہد آفرین شخصیتوں کا نعم البدل آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ لیکن یہ سوال ان کو زیادہ مضطرب کیے ہوا تھا۔ جنھیں اسلام سے ازلی عداوت رہی ہے۔ انھیں ایران سے نور حق کی تابندگی ناگوار تھی۔ اس کی روشنی میں تاریکی ٹتی تھی۔ دشمنان اسلام احساس کمتری کے شکار تھے۔ عالمی سیاست کے چودھری ممالک اپنے حلیفوں کو طفل تسلی کے طور پر سمجھانے کی فکر میں تھے--امام خمینیؒ کے بعد آنے والا بحران ایرانی حکومت کا تختہ پلٹ دے گا! چودھری ممالک ایرانی حکومت کا تختہ پلٹنے کی کوشش رایگاں میں لگاتار سرگرم تھے۔ اس کا انتہائی اذیت ناک پہلو یہ ہے کہ دشمنان اسلام کی کوششوں میں بعض نام نہاد اسلامی ممالک مثلاً سعودی عرب، عراق، مصر، مراقش، تیونس وغیرہ بھی پوری طرح شریک تھے۔ لیکن انھیں یاد نہیں رہ گیا تھا کہ امام خمینیؒ کی عظیم قیادت میں ایران نے بڑے سے بڑے بحران کا سامنا کرنے کا ہنر سیکھ لیا ہے۔ مسلط کردہ بعثی جنگ کے معاملات ہوں یا اسلامی انقلاب کے اکابرین کا قتل عام ہو، جس میں آیت اللہ مطہریؒ صدر محمد رجائیؒ، وزیر اعظم باہنرؒ، آیت اللہ بہشتیؒ کی طرح عہد آفرین شخصیتیں دیکھتے دیکھتے شہید ہو جائیں، عام حالات میں کسی ملک کی چولیں ہلا دینے کے لیے کافی ہے۔ لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح منور ہے کہ امام خمینیؒ کی عظیم رہنمائی میں ایران دشوار ترین مراحل میں بھی استحکام واستقلال سے راہ حق پر گامزن رہا۔ اس کے نتیجہ خیز اقدامات عالم اسلامی کے لیے مشعل راہ

بنتے رہے۔ امام خمینیؒ کی وفات کے بعد آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کی دانشورانہ رہنمائی میں ایران پہلے کی طرح جادۂ استحکام واستقلال پر گامزن ہے۔ عالمی سامراج کی تمام تر پیشین گویاں بے بنیاد ولغویات ثابت ہو چکی ہیں۔

عظیم ایرانی انقلاب کے فکری واساسی پہلوؤں کا مطالعہ کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام خمینیؒ کے نظریۂ انقلاب کو ذہن نشین کر لیا جائے: [۱]

> "۱۵ خرداد ۱۳۱۲ھ ش کو پروان چڑھنے والی ایران کی مقدس تحریک سو فیصدی اسلامی ہے اور فقط مذہبی علماء کی قیادت وسرپرستی اور ملت اسلامیہ ایران کی بھرپور حمایت کے سہارے ہی آگے بڑھی ہے۔ اس کی قیادت کبھی کسی اجتماعی یا انفرادی محاذ یا گروہ سے وابستہ نہیں رہی ہے۔ چونکہ ہماری یہ پندرہ سالہ تحریک فقط اسلامی ہے، لہٰذا قیادتی امور میں کسی غیر کی معمولی سی مداخلت کے بغیر علماء کی رہنمائی میں یہ آج بھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گی۔"
>
> "اے ملت عظیم ایران! فقط تاریخ ایران ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بھی آپ کی تحریک کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے اور تاریخ کے صفحات آپ کے عوامی انقلاب کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں... آپ لوگ حق پر ہیں اور تائید خداوندی آپ لوگوں کے ساتھ ہے۔ خداوند عالم نے قیادت کی باگ ڈور کمزور وپسماندہ عوام کے سپرد کرنا چاہا ہے تاکہ یہ لوگ اپنی تقدیر اور اپنے خزانوں کے حقیقی وارث بن جائیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملت اسلامیہ ایران کی کامیابی تمام مظلوم وستم رسیدہ اقوام عالم بالخصوص مشرق وسطیٰ کے عوام کے

لیے ایک بہترین نمونۂ عمل ہو گی کہ کس طرح ایک قوم اسلامی انقلاب کے عقائد و نظریات پر بھروسہ رکھتے ہوئے دنیا کی عظیم طاقتوں پر سبقت حاصل کر لیتی ہے۔"

"تحریک ایران فقط ایران ہی کے لیے مخصوص نہیں بلکہ یہ مستکبرین کے خلاف مستضعفین کی تحریک ہے جس کا مقصد ان لوگوں کی حمایت کرنا ہے جو انسانیت اور حقوق بشر کے لیے احترام کے قائل ہیں۔ پس یہ تحریک اسی طرح جاری رہے گی۔"

"یہ انقلاب انبیاء" علیہم السلام کے اعمال کی پیروی ہے۔ یہ سنت رسول خدا، راہ و روش امیر المومنین علی علیہ اسلام اور کارنامہ، سید الشہداء حسین مظلوم کی پیروی ہے۔"

"یہ ایک بہترین انقلاب ہے اور دنیا کے انقلاب میں اسے عظیم الشان اہمیت حاصل ہے۔ جہاں تک انحصار و وابستگی کا سوال ہے۔ یہ انقلاب اسلام اور اسلامی اخلاق پر منحصر ہے۔ انسانی اصولوں کی بنیاد پر انسانوں کی تربیت اور انسانی اخلاق کی تبلیغ و اشاعت ہی اس کا بنیادی مقصد ہے۔"

"دنیا میں رونما ہونے والے تمام انقلابات مشرق یا مغرب سے وابستہ رہے ہیں اور دنیا کے تمام انقلابات کو راہ میں آنے والی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن انقلاب ایران ایک غیر وابستہ انقلاب ہے۔ یہ ایک حکومتی انقلاب نہیں ہے۔ اس کی مثال انبیاء علیہم اسلام کے ذریعہ برپا کیے گئے، ان انقلابات جیسی ہے جن میں کسی طرح کی وابستگی کا کوئی سوال نہ تھا اور جو فقط مبدا وحی و خدائے تبارک تعالیٰ کی قدرت لایزال سے وابستہ رہے ہیں۔"

"دنیا میں رونما ہونے والے تمام انقلابات میں نقصانات زیادہ اور فوائد کم رہے جب کہ ہمارے انقلاب میں نقصانات کم اور فوائد زیادہ ہیں۔"

"جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے انقلاب کو شکست دے سکتے ہیں، انھوں نے نہ اسلام کو پہچانا ہے اور نہ ایرانی عوام کو۔"

"ہمیں امید ہے کہ یہ انقلاب، ایک عالمی انقلاب ہو جائے گا اور ظہور حضرت بقیۃ اللہ کا مقدمہ بن جائے گا۔"

عظیم ایرانی انقلاب کی پہلی کرن امید و بیم کی کیفیتوں کے ہمراہ ۱۹۶۳ میں نمودار ہوئی۔ ایرانی قوم غفلت و جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی کہ عشرہ محرم کے دوران امام خمینیؒ کے اعتراض واحتجاج کی گرجدار آواز شاہی ایوان سے ٹکرائی۔ امام خمینیؒ نے افسر شاہی کے خصوصی مراعات Capitulation Accord کو اپنی ایک ٹھوکر سے ہوا میں اڑادیا۔ ان کی تائید میں ملک گیر پیمانے پر احتجاجی آوازیں بلند ہوئیں۔ قم، تبریز اور تہران انقلابی مرکز بن گئے۔ شاہی حکومت نے تشدد کا راستہ اختیار کیا، جو اس کی شکست کی پہلی نشانی بنا۔ رات کی تاریکی میں شاہی فوج نے امام خمینیؒ کی ہائش گاہ پر حملہ کر کے انھیں گرفتار کر لیا۔

اس سے احتجاجی آوازوں میں تیزی آگئی۔ شاہی حکومت کے بہیمانہ قتل عام میں عظیم ایرانی انقلاب کا پہلا ورق خون سے لکھا گیا۔ امام خمینیؒ کو جلاوطنی کی سزائے ناحق دی گئی۔ پہلے انھیں ترکی، پھر عراق میں رکھا گیا۔ لیکن جلاوطنی صدائے حق کو روکنے سے قاصر رہی۔ امام خمینی نے اپنی تحریک جاری رکھی۔ اس عالم میں چودہ سال گزر گئے۔ ۱۹۷۸ تک یہ تحریک انقلاب اسلامی کا پیش خیمہ نظر آنے لگی تھی۔ ایرانی عوام کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ نماز عید الفطر کے موقع پر تہران میں زبردست مظاہرہ ہوا۔ جس کو شاہی حکومت نے تشدد کے ذریعہ دبانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد ایرانی عوام کے مظاہروں اور شاہی حکومت کے قتل عام کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ امام خمینیؒ کا قیام نجف اشرف میں ہے۔ مولائے کائنات کی آخری قیام گاہ سے اسلامی انقلاب کی رہنمائی ہوتی ہے۔

کل کفر کے پیروں سے کل ایمان کے فدائیوں کی جنگ تیز ہوتی ہے۔ عراقی حکومت کا دباؤ بڑھنے لگتا ہے۔ حضرت آیت اللہ جواب دیتے ہیں۔ "اگر یہ لوگ پوری دنیا میرے قدموں میں لا کر رکھ دیں، اس صورت میں بھی میں امریکہ اور شاہ کے مظالم کو بے نقاب کرنے سے باز نہ آؤں گا۔ عراقی حکومت امام خمینیؒ کو چوبیس گھنٹے کے اندر سرزمین عراق سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ لیکن ان کے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوئی! مختلف ممالک سے داخلہ کی اجازت کی درخواست کرتے ہیں۔ کسی طرح پیرس میں قیام کی اجازت مل جاتی ہے۔ دور دراز ملک میں قیام کے باوجود مجاہدوں سے رابطہ برقرار رہتا ہے۔ ایران میں شاہ خائن پر اسلامی انقلابیوں کی گرفت روز بروز شدید تر ہوتی ہے جس سے بدحواس ہو کر شاہ خائن ایران سے فرار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ امام خمینیؒ مراجعت وطن کا ارادہ کرتے ہیں جس کی اطلاع سے اسلامی انقلابیوں کا جوش و خروش بڑھ جاتا ہے۔ اس دور کا ایرانی وزیر اعظم رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ امام خمینیؒ اعلان کر دیتے ہیں۔ -- "میں آرہا ہوں! ایران کے بوڑھے جوان اور بچے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں۔ ایسا روح پرور ایمانی ماحول پیدا ہوتا ہے کہ شاہی فوجی افسران بھی سرخ و سفید پھولوں کے گلدستوں سے استقبال کرتے ہیں۔

امام خمینیؒ کی ایران میں واپسی حالات کو معمول پر لانے کا ذریعہ بنتی گئی فضا سے بارودی بدبو مٹی ہے۔ گولیوں کی خوفناک گڑگڑاہٹ بند ہوتی ہے، عقیدت و محبت کے سرچشمے ابلنے لگتے ہیں، نور حق کی ضیاباری سے فضا تابناک ہو اٹھتی ہے۔ عشق و ایمان کو مادی وسائل پر کامیابی حاصل ہوئی تلواروں پر مقدس خون کے قطرے فتح مند ہوئے امام خمینیؒ نے استصواب عامہ کا حکم جاری کیا۔ ۹۸ فی صد سے زیادہ اکثریت میں ایرانی عوام نے اسلامی طرز حکومت کے حق میں اپنا تاریخ ساز فیصلہ کیا بہمن ماہ کی ۲۲ تاریخ کو (۱۱ر فروری ۱۹۷۹ء) اسلامی ایران وجود میں آیا۔ تاریخ اسلام کا نیا باب کھلا فرزندان توحید کا اتحاد وقت کی سب سے بڑی پکار ہے۔ اسلامیوں کے ذریعہ اسلام کی بے حرمتی بند کی جائے۔ ان کے باہمی اختلافات ختم کر کے انہیں تسبیح کے دانوں میں پرو دینا ہے۔ خداوند عالم نے انہیں افضل ترین کتاب و رسول کے علاوہ مادی وسائل کا سب سے بڑا اور موثر ذخیرہ عطا کیا۔ ان کے وسائل کے استحصال پر یورپ و امریکہ کی تمام معاشی ترقی کا انحصار ہے۔ اگر مسلم ممالک متحد ہو کر باہمی تعاون کے اصلوں پر

کامزن ہو جائیں تو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔ یہ اور انہیں طرح کے عزائم کے ساتھ جمہوری اسلامی ایران اپنی سرگرمیوں شروع کرنا چاہتا تھا۔ اس حکمت عملی میں تمام اسلامی ممالک کی ترقی کی راہیں پوشیدہ تھیں۔ بشرطیکہ اسلامی زاویۂ نظر سے باہمی طور پر اتحاد کر لیا جائے۔ ذاتی انفرادی مفاد پر امت اسلامی کے مفاد کو ترجیح دی جائے۔ یہی دشوار ترین مرحلہ تھا! کیونکہ اسلامی ہونے کی دعویدار حکومتیں اپنے مزاج و کردار میں سراسر غیر اسلامی تھیں۔ تمام مسلمانوں کے مرکز مکہ معظمہ سے روشنی مل سکتی تھیں لیکن حجاز اسلامی حکومت کے بجائے سعودی خاندان کی ذاتی و موروثی حکومت تھی۔ جس نے امریکی سامراج کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال رکھا ہے۔ کم وبیش یہی صورت حال دیگر نام نہاد مسلم ممالک مثلاً مصر، عراق، مراقش اور تیونس وغیرہ کی تھی۔ ایران کے عظیم اسلامی انقلاب نے عالمی چودھریوں کو بدحواس کر دیا تھا، اس لیے جمہوری اسلامی ایران کے خلاف سازشوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان موثر ترین سازشوں میں سرزمین ایران پر حکومت عرق کا شرمناک جارحانہ حملہ ہے۔

امام خمینیؒ کی عظیم قیادت میں اسلامی انقلاب اور جمہوری اسلامی ایران کے قیام کے بعد ہی عراقی حملے کو محض فوجی کاروائی، توسیع پسندی یا جارحیت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ عراقی حملے کا سبب تنازعہ شط العرب بھی نہیں تھا۔ البتہ تنازعہ شط العرب بہانہ ضرور بنایا گیا۔ یہ تنازعہ ۱۹۷۵ میں ہی حل ہو چکا تھا، جس کا معاہدہ عراقی بعثی حکومت اور شاہ ایران کر چکتے تھے۔ معاہدہ کے مطابق اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں الجزائر کا حکم ماننا ہوتا۔ جس کے فیصلے پر فریقین پابند رہتے۔ عراقی حملے کے فوراً بعد الجزائر نے حالات کا صحیح طور پر تجزیہ کر کے نہ صرف یہ کہ اپنا فیصلہ ایران کے حق میں دے دیا تھا بلکہ اسلامی انقلاب کو لبیک کہتے ہوئے جمہوری اسلامی ایران کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح عراق کی توسیع پسندی یا جارحیت ابتدائی مراحل میں ہی بے نقاب ہو گئی اور شط العرب کے تنازعہ کا بہانہ بے سود ثابت ہو گیا۔ ان سب کے باوجود سامراجی طاقتیں اور نام نہاد اسلامی حکومتوں کی تائید کے ساتھ عراق کا اپنے موقف پر بے حیائی سے ڈٹا رہنا واضح کر دیتا ہے کہ اسے نہ تو معاہدہ شکنی کی شرم وحیا تھی۔ نہ اسے جارحیت نوازیا توسیع پسند کہے جانے کی پروا تھی بلکہ اس نے انتہائی دریدہ دھنی سے جمہوری اسلامی ایران کے جزیروں میں تنب بزرگ تنب کوچک اور ابو موسیٰ پر دعویٰ پیش کر دیا جس کی پیش قدمی میں ۳راپریل ۱۹۸۰ کو

ایران کے شہر مہران پر ہوائی حملہ ۷ اپریل کو قصر شیریں کے تیل کے کارخانوں پر حملہ اور پھر ۲۲ ستمبر ۱۹۸۰ کو سرزمین ایران پر بھرپور حملے کر دیے اور ۱۵۵۲ کلو میٹر لمبے محاذ پر ایران سے جنگ شروع کر دی۔ عراقی حملے کے مقاصد اس کے نشریوں سے واضح ہو جاتے ہیں۔

عراقی بعثی پارٹی کے داخلی نشریے میں "ایران کے مقابلے میں ہمارا موقف" کے تحت اعلان کیا گیا۔ "ہم اسے اپنا حق سمجھتے ہیں کہ موجودہ فارسی نژاد حکومت کا تختہ الٹنے کی بھرپور کوشش کریں۔" اسی کے ساتھ قادسیہ صدام کے تحت ۱۸ ستمبر ۱۹۸۰ کو معاہدہ الجزائر کو یکطرفہ کالعدم قرار دیا گیا۔ عراقی حملے کے دوسرے دن ریڈیو بغداد نے اعلان کیا۔

"عراقی افواج عربستان (خوزستان) میں اس لیے داخل ہوئی ہیں تاکہ اس علاقے کو آزادی دلانے کے ساتھ آبراہ ہرمز پر دسترسی حاصل کی جاسکے۔[۲]

"۱۰ نومبر ۱۹۸۰ کو صدام نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا اگر ایران ہم سے دشمنی جاری رکھے گا اور ہمارے مطالبات تسلیم نہ کرے گا تو ہم ایران کے ٹکڑے کر دیں گے۔[۳]

اسی طرح ۲۵ دسمبر ۱۹۸۰ کو عراقی کابینہ کا خطاب کرتے ہوئے صدام نے کہا:

"خوزستان اور مغربی ایران میں جو علاقے عراق کے قبضے میں آچکے ہیں۔ عراقی حکومت کے ہاتھ میں باقی رہیں گے اور عراقی نقشے میں شامل کر دیے جائیں گے۔"[۴] بلکہ عراقی ارادے اس منزل میں تھے:

"اگر جنگ ختم کرنے کے لیے کوئی راہ نہ ملے تو عراق، ایران کو چند چھوٹی چھوٹی قومیتوں میں بانٹنے پر راضی ہو گا۔"[۵]

مذکورہ بالا عراقی اعلانات و بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ عراق اور اس کے حلیف ممالک منصوبہ بند عزائم کے حامل تھے کہ سرزمین ایران کے اسلامی انقلاب کو پارہ پارہ کر کے جمہوری اسلامی ایران کا تختہ پلٹ دیا جائے اور ملک ایران کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ عراق حکمرانوں کی بے حیائی اور دریدہ دھنی تنہا ان کی ایجاد بندہ نہ تھی بلکہ اس کے پس پشت سعودی عرب مصر، مراقش، تیونس کی دولت بے بایاں کا غرور تکبر اور یورپی منڈی کے ممالک کی حکمت عملی تھی کیوں کہ انھوں نے جمہوری

اسلامی ایران کو چیلنج کی حیثیت سے قبول کیا تھا۔ جس کا قیام ان کی حکمت عملی کی شکست فاش کی علامت بن گیا تھا۔ ان کی تمام تر خواہش تھی کہ جمہوری اسلامی ایران کا تختہ پلٹ دیا جائے تاکہ انہیں ایران پر دوبارہ اقتدار حاصل ہو سکے اور دیگر ممالک کو درس عبرت حاصل ہو کہ سپر پاور سے ٹکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے حیرت ہوتی ہے کہ امن عالم کے دعوے دار بھی غیر جانب داری کے نام پر سکوت کے ساتھ عراقی تانڈو ونرتیہ کا مشاہدہ کرتے رہے۔ ان سے توقع کی جاسکتی تھی کہ حق، انصاف اور امن کے نام پر عراقی فوجی حملے کی غیر مشروط مذمت کریں گے لیکن چونکہ اسلامی انقلاب کو بین الاقوامی چودھریوں میں کسی کی بھی پشت پناہی حاصل نہ تھیں، لہٰذا غیر جانب داری کے نام پر دونوں چودھریوں سے علاحدہ رہنے کے باوجود بیشتر ممالک جو کسی نہ کسی چودھری کے دامن دولت سے وابستہ ہیں، وقت کے اہم ترین تقاضوں سے صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ فَہُم لَایَرْجِعُون بنے ہوئے عراقی حملے کے نتائج کے منتظر رہے تاکہ اس کے اعتبار سے اپنی حکمت عملی ترتیب دے سکیں۔ البتہ عراق اور اس کے حلیفوں میں وقتی کامیابی کی خبر سے مسرت وشادمانی کی لہریں دوڑنے لگیں۔

عراق اور اس کے حلیف اپنی سازشوں کے ذریعہ جمہوری اسلامی ایران کو ختم کرنے کی کوشش میں کسی بھی حد سے تجاوز کر سکتے تھے اور کرتے رہے ہیں۔ اس سے کسی طرح کے ضابطہ اخلاقیات کی توقع کرنا غلط ہوگا۔ انھوں نے طاقت کا استعمال کیا اور کرتے رہیں گے۔ ان کی سعی نامشکور کے کئی پہلو ہیں، جن پر غور کر لینا چاہئے۔ ان کا ایک حلقہ ایسے ناعاقبت اندیش مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ جو اپنے ذاتی مفاد و مقاصد کے لیے عام مسلمانوں کے ذہن پراگندہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ مسلمانوں میں سادہ لوح جماعت کو باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جمہوری اسلامی ایران کے قیام سے مسلمانوں کے ایک مخصوص فرقے کو نمایاں ہونے کا موقع ملا ہے۔ ان کی فتح مندی سے دیگر اسلامی فرقے نہ صرف خسارہ میں رہیں گے بلکہ انہیں مستقبل میں اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑے گا۔ افسوسناک واقعہ ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اسلامی فرقوں کے باہمی اختلافات کش مکش اور دار و گیر کی داستان سے لبریز رہی ہے۔ اس لیے عام ذہنوں کو پروگنڈے سے گمراہ کیا جاتا رہا اور کیا جا رہا ہے۔ سعودی عرب، مصر عراق اردن، مراقش کے زرخرید، جن میں بعضے عمامہ و دستار سے بھی مزین ہیں

تمام تر ذرائع ابلاغ استعمال کر کے مسلمانوں کو باور کرانے کی جدوجہد میں مصروف تھے اور ہیں کہ جمہوری اسلامی ایران کا قیام اسلامی سواد اعظم کے مفاد کے خلاف ہے جس سے مستقبل میں زبردست نقصانات کے امکانات ہیں۔اس لیے عراقی فوجی حملہ نہ صرف یہ کہ صحیح گردانا گیا بلکہ اسے وقت کی سب سے بڑی خدمت قرار دیا گیا۔عام مسلمانوں کو متحد ہو کر عراق سے تعاون کرنے کی اپیل کی گئی۔

مد نظر رہے کہ ان نام نہاد علمائے اسلام یا ان کے آقائے نامدار کو اپنی ذاتی زندگی کی حد تک جمہوری اسلامی ایران سے جتنے خطرے ہوں، فقہ جعفری سے انھیں کسی طرح کا خطرہ نہیں ہو سکتا۔وہ بخوبی واقف تھے اور ہیں کہ اگر فقہی مسائل میں جدید اختلافات کے باوجود فقہ حنفی، مالکی، فقہ شافعی حنبلی میں کسی ایک فقہ کا پابند ہونا، دوسرے فقہ سے متصادم ہونا نہیں ہے تو فقہ جعفری مسلمانوں کی عملی زندگی میں کس طرح خطرہ بن سکتی ہے جب کہ اس کے بیشتر فقہی مسائل کے لیے سواد اعظم کے چاروں مصلوں میں کسی نہ کسی سے جواز مل جائے گا۔بالفاظ دیگر فقہ جعفری سواد اعظم کے فقہوں میں مفاہمت و مصالحت کی بنیادیں استوار کرتی ہے۔ فقہ جعفری تمام مسلمانوں کو یکساں و مشترکہ فقہ کی دولت عطا کرتی ہے! مختلف النوع فقہی اختلاف و تضاد سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ایک ایسے مکمل اتحاد کی دعوت ہے تاکہ تمام فرزندان توحید باہمی رشتہ اخوت، مساوات اور ہم آہنگی حاصل کر سکیں۔جس کے لیے قرآن الحکیم حکم دیتا ہے: اقیموا الدین ولا تتفرّقوا فیه(دین قائم کرو اور اس میں تفرقہ پیدا نہ ہونے پائے:الشوریٰ ۴۲/۱۳) بلکہ قرآن الحکیم نے فیصلہ صادر کر دیا ہے:ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا لست منهم فی شیء(جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ان سے آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے:الانعام:۶/۱۵۹) یہاں یہ عرض کرنا بے محل نہ ہو گا کہ قرآنی حکم:واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا(اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو: آل عمران: ۳/۱۰۳) کے مطابق جمہوری اسلامی ایران کی مخالفت کے علل و اسباب میں فقہی مسائل کے اختلافات کو بنیاد بنانا۔خود فریبی کے علاوہ کیا ہے فقہ جعفری کے موسس امام جعفر صادق علیہ السلام کے تنہا نام پر عصر حاضر میں عالمی اتحاد بین المسلمین ممکن ہے ان کے نام پر تمام اسلامی فرقے اتحاد و اتفاق قائم کر سکتے ہیں۔امام جعفر صادقؑ کو جمہور اسلام کے تمام

مسالک اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں اور ان سے اپنے اپنے روحانی سلاسل قائم کرتے ہیں۔ سلسلۃ الذھب کے چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، کبرویہ وغیرہ کے علاوہ طریقت صدیقہ کے خواجگان اور نقش بندیہ کے تمام روحانی سلاسل میں امام جعفر صادق کو اساسی حیثیت واہمیت حاصل ہے۔"

فقہی مسائل کی توجیہ میں انداز نظر کے اختلافات سعودی عرب، مصر، اردن کویت وغیرہ کے حکمرانوں پر کس طرح اثرانداز ہو سکتے ہیں۔ جو اپنی عملی زندگی میں نظام اسلام کا تمسخر کرتے نظر آتے ہیں۔ جن کی زندگی کا معیار عیاشی، شراب نوشی، قمار بازی وغیرہ ہو، ان کو محافظان فقہ اسلامی قرار دینا۔ فقہ اسلامی کی سب سے بڑی توہین ہے اور ان سے فقہی مسائل میں انداز نظر کے اختلاف کی تقسیم کی توقع کرنا، مضحکہ خیز ہے بلکہ وہ فقہی مسائل کی بحث شروع کرا کے فرزندان توحید کی نظریں ان حقائق کی طرف سے موڑ دینا چاہتے ہیں، جن سے واقفیت فقہ اسلامی کی بنیادوں پر عملی زندگی کو زیادہ بہتر بنا سکتا ہے لیکن ان مسائل کی عوامی آگہی کے بعد حکمراں طبقہ محلوں میں آرام سے سو نہ سکے گا۔ مسلمانوں میں عام بیداری کے آثار نمودار ہوں گے۔ وہ حکمرانوں سے اپنے خون ناحق کا خوں بہا طلب کریں گے۔ استحصال، سماجی نابرابری اور دولت کے چند ہاتھوں میں محدود ہونے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں گے۔ جو مختلف ممالک میں اسلامی انقلاب کی صورت میں جلوہ فگن ہوگا۔

امام خمینیؒ کی دانش ورانہ قیادت نے عالم اسلام پر روشن کردیا کہ سعودی عرب، وغیرہ ممالک اپنی شاطرانہ حکمت عملی کے ذریعے فرزندان توحید کو فروعی مسائل میں الجھا کر باہمی طور پر دست بہ گریباں کردینا چاہتے ہیں لیکن ان کی تمام منفی کوششوں کے باوجود تقریباً مسلم ممالک میں اسلامی انقلاب کی لیلیٰ آب ورنگ کا ڈیرا قریب آچکا ہے، تارے لرز رہے ہیں، سویرا قریب ہے! اربوں فرزندان توحید اپنے حکمرانوں کے مسلط کردہ استحصالی نظام سے بیزار ہیں۔ ان کی جدوجہد روز بڑھتی جارہی ہے۔ اسی منزل پر جمہوری اسلامی ایران سے سعودی عرب، مصر، عراق وغیرہ، کو خطرہ پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ اس نے تمام مظلوم مسلمانوں کے لئے عالمی سطح پر پلیٹ فارم مہیا کردیا ہے۔ اسلامی انقلاب نے ضیا بار اسلامی زندگی کی مثال پیش کردی۔ اس نے سائنس، تکنولوجی فلسفہ و حکمت اور علم ودانش کو اسلامی تناظر میں پیش کرکے انسانی ذہنوں کے دریچے کھول دیے۔ اسلامی انقلاب پر منجملہ

الزام ہے صاحب نظری بھی! اس صاحب نظری کی ضیاباری نے دشمنوں کی نگاہیں خیرہ کر رکھیں ہیں۔ ان کی تمام تر کوششوں کا ایک اور محض ایک مقصد ہے کہ فرزندان توحید کو نور اسلام کے قریب آنے سے روکے رہیں۔ کلیتاً ممکن نہ ہو تو جس قدر امکان میں ہو! لیکن وقت انتہائی جابر بھی ہوتا ہے۔ اس نے دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم کا پردہ چاک کر دیا۔ اب یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایرانی اسلامی انقلاب سے تاثر حاصل کر کے عالم اسلام میں نئی بیداری پیدا ہوئی ہے۔

ایران میں اسلامی انقلاب کو ابتدائی مراحل میں ختم کر دینے کی حکمت عملی کی تشکیل کا سہرا سعودی عرب، مصر، عراق، مراقش تیونس وغیرہ ممالک کے حکمرانوں کے سر باندھنا، غلط ہوگا، یہ حکمت عملی ان کے دیوالیہ ذھنوں کی پیداوار نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے آقائے نامدار امریکہ کے ابلیسی ذھن نے چاروں کھوٹ درست کر کے عراقی حملے کی ابتداء کی تھی کیوں کہ ایرانی انقلاب نے اس کے احساس برتری کو شدید صدمہ پہونچایا تھا۔ اس کی CIA جو عالمی سیاست میں قضائے مبرم کی طرح اٹل اور فیصلہ کن رہی ہے۔ شاہ ایران کے ساتھ موت کا شکار ہوگئی۔ ساواک کی رسوائی نے امریکہ اور CIA کے طلسم سامری کو توڑ دیا۔ جمہوری اسلامی اسلامی ایران، امریکہ کے لیے کھلا چیلنج تھا اور ہے۔ اس نے اپنی حکمت عملی میں اس حقیقت پر نظر رکھی کہ عراق کی بعثی پارٹی، جو حکمراں پارٹی بھی ہے، نام نہاد سہی، اشتراکیت کی دعویدار ہے اس لیے روس امریکہ سے اپنی ازلی دشمنی کے باوجود ایرانی عوام کی جدوجہد میں امریکی حکمت عملی کی مخالفت نہیں کر سکے گا۔ اس زبردست حکمت عملی کو شکست فاش دینا، چند دنوں کی جہدوجہد میں عراق سے اپنا زیادہ تر مقبوضہ علاقہ دوبارہ چھین لینا اور اس کے ہزاروں مربع میل رقبہ پر قبضہ کر لینا اور یہ سب کچھ عالمی چودھریوں کی امداد کے بغیر سرانجام دینا، امام خمینیؒ کا معجزہ گر نہ اسے کہیے تو ہے سحر حلال! اسلامی اخوت کے معیاروں پر فرزندان توحید میں بیداری کا پیغام دینا، اسلامی طاقت کی حیثیت سے دنیا کی تیسری طاقت بنا، امام خمینی کی روحانیت آمیز حکمت عملی ہے، جس کی مثال تاریخ عالم میں تلاش کرنا دشوار ہے۔ جمہوری اسلامی ایران نے حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ داخلی و بیرون جاتی سازشوں کو کچلا، برادران یوسف اور ان کے حلیفوں کی ریشہ دوانیوں کا سد باب کیا اور سب سے بڑھ کر سیلاب موت کے طوفان میں انتہائی ہوش مندی اور صبر و ضبط سے کشتی

اسلام کی صحیح وسالم بنائے ہوئے منزل مقصود کی طرف گامزن رہنا ،امام خمینیؒ کی عظیم قیادت میں ایرانی رہنماؤں کی معجز نمائی ہے۔ آتش گیر دھماکے کاواقعہ تاریخ عالم میں اپنی نوعیت کاواحد واقعہ ہے، جس میں مملکت اسلامی کے ۷۲ نامور اراکین ہی نہیں۔ جمہوری اسلامی ایران کے صدر رجائی ؒ اور باھنر وزیراعظم بھی شہید ہوگئے۔ان عاشقان پاک وتن پر ھزاروں درود وسلام، جنہوں نے عصر نو میں واقعہ کربلا کی یاد تازہ کردی۔اس تہلکہ کو برداشت کرنے کے لیے فوق البشر کادل چاہئے! لیکن ایران میں اتنے زبردست ہنگامی حالات کے باوجود نہ امر جنسی نافذ ہوئی، نہ انتظامیہ افواج کے سپرد ہوا، نہ شخصی آزادی پر پابندی عائد ہوئی،نہ پریس پر سنسر شپ کاوار ہوابلکہ امام خمینیؒ کی رہنمائی میں بلاخوف وھراس بلا تسلط وپابندی اور بلا جبر وتشدد ایرانی عوام کو اجتماعی صوابدید کے استعمال کا حق دیا گیا۔واقعہ شہادت کے چند دنوں کے درمیان دوبارہ عام انتخاب ہوگئے اور ایرانی عوام نے اپنے مکمل اعتماد کادوبارہ اظہار کردیا۔ جمہوریت کے دعویدار جمہوری اسلامی ایران سے درس حاصل کرتے رہیں گے! یہی اجتماعی صوابدید کا تجربہ عراق ومصراوران سے بڑھ کر سعودی عرب مراقش تیونس اردن، سوڈان کویت وغیرہ کے سامراجی نظام کے لیئے موت کاپروانہ بن چکاہے، جس نےان ممالک کے عوام کو جمہوریت حاصل کرنے کی طرف گامزن کردیا۔

عراقی جارحیت کے نتیجہ میں فریقین نے کتنے جنگی نقصانات اٹھائے، کیاکیا معاشی دباؤ پڑا، حوصلے بلند یا پست ہوئے، اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ عراق اور اس کے حلیف جنگبندی کے بعد معاشی ابتری کاشکار ہیں۔ان کے ترقیاتی پروگرام رک گئے ہیں، بیرونجات میں سرمایہ کاری ختم ہوگئی ہے۔ کل تک دنیا کی یونیورسٹیوں میں عرب طلبہ وطالبات کی بھیڑ رہتی تھی،اب ان میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ عوام میں حکمرانوں کے خلاف بیزاری بڑھتی جارہی ہے۔ جن کو دبانے کے لیے بار بار طاقت کااستعمال کرنا پڑتا ہے۔ گویا برادران یوسف کو بردہ فروشی کی پاداشت مل گئی ہے۔ خود تیار کردہ دام میں گرفتار ہیں اس دام سے باھر آنے کی کوشش رائیگاں ثابت ہورہی ہے۔

مد نظر رہے کہ جنگ کے تخریبی مطالبات امن کے تعمیری کارناموں سے یکسر مختلف ومتضاد ہوتے ہیں۔ جنگ ذاتی وانفرادی آزادی کاخون کردیتی ہے۔وجود انسانی کواس کی ضرورتوں کے اعتبار

سے ڈھلتا ہوتا ہے، خواہ اس کے نتائج کتنے ہی مہلک و خطرناک ہوں۔ گذشتہ دو جنگ عظیم کی ہولناکیوں تباہیوں اور بربادیوں کے بوجھ تلے عالم انسانیت ھنوز سسکیاں بھر رہا ہے۔ ان عظیم جنگوں کے نتیجے میں بیش تر اخلاقی قدروں کا زوال ہو گیا، جن کو آج تک دوبارہ قائم ہونا نصیب نہ ہو سکا۔ جنگ تباہیوں اور بردبادیوں کی گرم بازاری کا دوسرا نام ہے، تخریب منھ کھول دیتی ہے، حسرت تعمیر دم توڑنے لگتی ہے۔ لیکن جمہوری اسلامی ایران کی خصوصیت ہے کہ اس نے مسلط کردہ جنگ کے مراحل میں بھی جذبہ حسرت تعمیر کو باقی رکھا۔ اس کو احساس تھا کہ ایران میں محض اقتدار کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے بلکہ اس تبدیلی کے پس پشت، عظیم دینی و ملی مقاصد ہیں۔ اس لیے ہنگام جنگ میں بھی اعلا مقاصد کی پاسداری جمہوری سلامی ایران کا طرۂ امتیاز رہا۔ یہ اعتدال و توازن فقیہ روزگار و ولی فقیہ امام خمینیؒ کی عظیم قیادت کی بدولت حاصل ہوا، جو اسلامی نظام معاشرت کی نئی معنویت کی تفسیر میں سرگرم تھے۔ امام خمینیؒ کے لفظوں میں:

" سیاہ دل اور غیر مہذب دلوں میں جمع ہو کر علمی مطالب ایک پردہ بن جاتے ہیں۔ اس نفس کے لیے جو مہذب نہیں، علم ایک اندھیرا کر دینے والا پردہ ہے۔ "العلم هو الحجاب الاکبر" علم ایک بہت بڑا پردہ ہے۔ اس لیے وہ شر جو اب ایک فسادی عالم سے ظاہر ہوتا ہے، اسلام کے لیے دوسرے تمام شر سے زیادہ خطرناک اور بڑھ کر سنگین ہے۔ علم ایک نور ہے لیکن ایک سیاہ دل فساد انگیز نفس میں وہ سیاہی اور تیرگی کو اور پھیلا دیتا ہے۔ وہ علم جو انسان کو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے۔ ایک دنیا طلب انسان کے دل میں جا کر اسے بارگاہ ذوالجلال سے کہیں زیادہ دور کر دیتا ہے۔"

امام خمینیؒ نے پیشہ ور دین سازوں کی سرزنش کے طور پر فرمایا:

" یہ خشک علم بغیر تقویٰ اور تہذیب نفس کے دماغ میں چاہے جتنا

زیادہ جمع ہو جائے، دل میں غرور اور گھمنڈ پیدا ہونے کا باعث ہوگا اور وہ سیاہ بخت عالم جو ہوائے خود بینی میں پھنسا ہوا ہے، نہ اپنی اصلاح کر سکتا ہے، نہ معاشرے کی اور اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے سوا، اس سے کچھ حاصل نہیں۔ برسوں کے عطا کیے ہوئے حقوق اور فوائد کے مزے لے کر بھی اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں روڑا بھی بن جاتا ہے اور ... کو گمراہ کرتا ہے۔ باغی بناتا ہے۔ اور ان درسوں کا بحثوں کا اس دینی مدرسے میں رہنے کا بس یہی حاصل ہوتا ہے کہ نہ اسلام کا صحیح تعارف ہونے پاتا ہے، نہ دنیا کے سامنے قرآن کی حقیقت پیش ہونے پاتی ہے۔ ایسے عالم کا وجود معاشرے اور اسلام اور روحانیت شناس کے درمیان ایک رکاوٹ ہے اور بس۔"

مذکورہ بالا اقتباسات سے علم کو ادیان واجدان تک محدود کرنے والے علمائے کرام کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔ امام خمینیؒ نے ایرانی طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے یونیورسٹیوں کے اسلامی کردار کی وضاحت کی ہے۔ ان کے خیالات ملاحظہ ہوں:

"آپ لوگوں کے سامنے اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ یونیورسٹیوں کی اصلاح سے ہماری مراد کیا ہے؟ بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ یونیورسٹیوں کی اصلاح کا مطالبہ کرنے والے اور انہیں اسلامی بنانے کا مطالبہ کرنے والے علم کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں مثلاً علم ھندسہ ایک اسلامی ہے اور ایک غیر اسلامی اور علم طبیعات کی بھی گویا دو قسمیں ہیں ایک اسلامی اور ایک غیر اسلامی ۔اسی خیال کے تحت ان لوگوں نے اعتراض اور مخالفت کی آواز بلند کرتے ہوئے کہا کہ علم اسلامی اور غیر اسلامی نہیں ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے خیال کیا ہے کہ یونیورسٹیوں کو اسلامی بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ان درسگاہوں میں فقط علم فقہ و تفسیر اور اصول کی تعلیم دی جائے گی یعنی قدیم مدارس میں جو چیزیں پڑھائی جاتی ہیں، اب یونیورسٹیوں میں بھی انھیں چیزوں کی تعلیم دی جائے گی۔ یہ ایسی

غلطیاں ہیں جو بعض لوگ خود کرتے ہیں یا اپنے آپ کو ان غلطیوں کا شکار بنادیتے ہیں۔ ہم جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ دراصل یہ ہے کہ ہماری یونیورسٹیاں وابستہ ہیں۔ ہماری یونیورسٹیاں سامراجی یونیورسٹیاں ہیں اور ہماری یونیورسٹیاں ان لوگوں کی تعلیم وتربیت کرتی ہیں جو مغرب زدہ ہیں۔ اور ہمارے نوجوانوں کو مغربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ بنا رہی ہے ۔ ہم فقط یہ کہتے ہیں کہ ہماری یونیورسٹیاں ایسی نہیں ہیں جو ہماری ضرورات کے مطابق نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیتی ہوں۔ ہماری یہ یونیورسٹیاں گذشتہ پچاس سال سے بظاہر تعلیم وتربیت میں مصروف ہیں۔ اور قومی بجٹ کا ایک بہت بڑا حصہ ان یونیورسٹیوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے اور بجٹ کی رقم محنت کش عوام کے خون پسینے کی کمائی ہوتی ہے لیکن اتنی طویل مدت گزرنے کے بعد بھی ہم یونیورسٹیوں میں پڑھائے جانے والے کسی مضمون میں خود کفیل نہیں ہو سکے ہیں۔“ ۸

موصوف نے مزید فرمایا:

”یونیورسٹیوں کے اسلامی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کو مشرق ومغرب کے سامنے سر جھکانے کی نوبت نہ آئے بلکہ انھیں مکمل استقلال و آزادی حاصل ہو جائے۔ یہ خود کو مشرق ومغرب سے علاحدہ کرلیں اور ہم لوگ ایک آزاد مملکت، آزاد یونیورسٹی اور ایک آزاد وغیرہ وابستہ تہذیب وتمدن سے مالامال ہو جائیں۔ ۹

جمہوری اسلامی ایران کے تعلیمی نظام کو اسلامی کردار عطا کرنے میں متعدد علمی و تعلیمی ابعاد کی ضرورت تھی۔ دنیا کے بیشتر ممالک آزادی کے بعد اپنے مخصوص تعلیمی نظام کی تمنا کرتے رہے ہیں لیکن اس حقیقت سے چشم پوشی کرنا کسی ملک کے لیے ممکن نہ ہو سکا کہ جدید تعلیم کا مزاج وکردار مغرب کا مر

ہون منت ہے، جس میں سائنس اور ٹکنالوجی نے علوم کے مطالبہ کی نوعیت ہی تبدیل کر دی ہے۔ اسلامی نظام تعلیم کو جدید معنویت عطا کرنے کا تصور ہی زبردست اجتہاد کا حامل ہے جس کو امام خمینیؒ کی طرح کا مختلف النوع ابعاد کا عہد آفریں دانش ور ہی بروئے کار لا سکتا تھا۔ اسلامی نظام تعلیم کے ذریعہ مغربی تہذیب و تمدن کے شکنجے سے اسلامی معاشرہ کو نجات دلایا جا سکتا تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے ۱۹۸۰ میں عارضی طور پر ایران کی تمام یونی ورسٹیاں بند کر دی گئیں۔ امام خمینیؒ سے شہید باھنر ڈاکٹر شریعت مدار، آیت اللہ ربانی املشی ڈاکٹر سروش ڈاکٹر جیبی اور پروفیسر جلال الدین کی طرح کے نامور دانشوروں، علما اور ماہرین تعلیم پر مشتمل ثقافتی انقلاب کونسل نامزد کر دی تاکہ ایرانی یونیورسٹیوں کی تشکیل جدید کی جا سکے۔ اس کونسل نے مندرجہ ذیل خدمات انجام دیں۔"

(۱) یونیورسٹی کے اساتذہ کو سلامی علوم و معارف کی تربیت دی گئی۔

(۲) اساتذہ اور طلبہ کے درمیان آزاد بحث و مباحثہ کا ماحول تیار کیا گیا۔

(۳) جہاد دانشگاہ کے ذریعہ مغربی تہذیب و تمدن کے مضر اثرات سے نجات حاصل کی گئی۔

(۴) یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے تحقیق و تدقیق کے جدید وسائل تلاش کے گئے۔

(۵) طلبہ کو تحقیقی موضوعات ورہنمائی کی آزادی دی گئی۔

امام خمینیؒ کے تاریخ ساز فیصلے زبردست تبحر علمی، دانشور اور حکمت عملی کے مظہر ہوتے تھے، جن کے اثرات بین الاقوامی سطح پر نمودار ہوتے تھے۔ ان کے دوٹوک فیصلے حق و باطل کو الگ

کر دیتے تھے۔ اس کی ادنیٰ مثال سلمان رشدی کے لیے فتویٰ قتل ہے کہ نام نہاد اسلامیوں اور اسلامی حکومتوں کے چہرۂ نفاق سے پردہ اٹھ گیا۔ غلامان مصطفیٰ اور غلام غلامان امریکہ کے درمیان خط فاصل کھینچ گیا۔ غلام غلامان مصطفیٰؐ مرتد سلمان رشدی کے قتل پر آمادہ ہیں اور غلامان امریکہ اسے قتل سے بچا رہے ہیں۔ امام خمینیؒ نے اسلامی مزاج و کردار سے آمریت و ملوکیت کو جدا کر دیا ہے۔ ان کے فیصلوں کے پس پشت استصواب عامہ کی قوت کار فرما رہتی تھی۔ موصوف اپنے ذاتی مزاج و کردار میں جمہوری اصولوں پر سختی سے کاربند رہے۔ انھوں نے عظیم اسلامی انقلاب کے اندر ہی انقلابی تنظیمیں قائم کر دیں تاکہ ایران میں طاقت حکمرانی کسی ذات واحد تک محدود نہ ہو جائے بلکہ تمام ملکی معاملات میں تمام عالم انسانیت کے مفاد کو اولین ترجیح عطا کی۔ ان کی عظیم قیادت کا فیضان عام ہے، جس میں ملک و قوم رنگ و نسل اور مذہب و ملت کی قید نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت کے لئے مشعل ہدایت نامہ میں دعائیہ کلمات ملاحظہ ہوں:

> "میرا سیاسی اور الٰہی وصیت نامہ ایران کی عظیم الشان قوم کے لیے مختص نہیں، بلکہ تمام اسلامی اقوام اور دنیا کے مظلوموں کے لیے وصیت ہے، خواہ وہ کسی بھی ملت و مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔
>
> میں خداوند عزوجل سے عاجزانہ طور پر چاہتا ہوں کہ ہمیں اور ہماری قوم کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے حال پر نہ چھوڑے اور ان فرزندان اسلام اور عزیز جنگجوؤں کے لیے اپنی غیبی عنایات سے ایک لمحے کے لیے بھی دریغ نہ فرمائے۔[۲]

حوالے:

۱۔ ندائے اسلام، شمارہ ۶۰ ص ۵۔ ۴

۲۔ القبس (کویتی اخبار): ۲۴ ستمبر ۱۹۸۰ء

۳۔السیاست (کویتی اخبار):۱۱نومبر ۱۹۸۰ء
۴۔ایسوسی ایٹڈ پریس
۵۔رائٹر:۲۲راگست ۱۹۸۱ء
۶۔راہ اسلام: شمارہ ۷۶ص ۱۹
۷۔ایضاً شمارہ ۷۶ص ۲۰
۸۔ایضاً شمارہ ۶۴ص ۱۰
۹۔ایضاً ایضاً ص ۱۲
۱۰۔ایضاً خاص نمبر جولائی ۱۹۸۹ص ۱۹

☆☆☆☆☆